Reg: PCPB/458-S
NPR-295
صوت النجف
از مرکزی دفتر مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف
ماہنامہ علمی سماجی ماہِ ذو القعدۃ ۱۴۴۱ھ شمارہ 83

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے ۔

3 طالب علم کی بنیادی ذمہ داری

6 اسلام میں جنسی آزادی

8 جناب مختار ثقفی رح (حصہ دوم)

10 معصومہ قم کریمہ اہل بیتؑ و ثانیہ زینبؑ

13 گناہوں کے اثرات

15 امام رضا علیہ السلام کا اسلام کی حفاظت کی خاطر جانشینی کو قبول کرنا

18 مہمان نوازی اور اہل البیت علیہم السلام

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

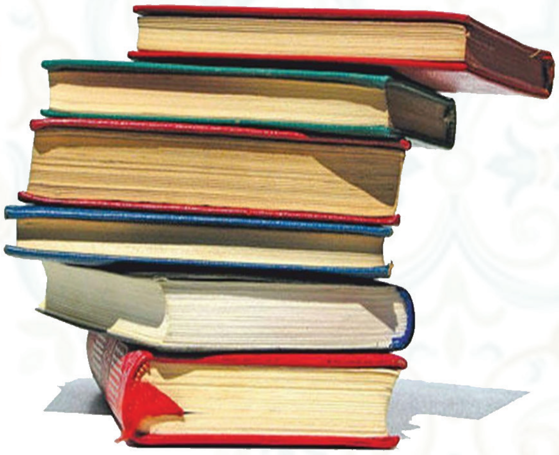

طالبِ علم کی بنیادی ذمہ داری

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

علم کی اشرفیت و افضیلت کے بارے میں قرآنی آیات اور روایات میں بہت تاکید کی گئی ہے قرآن مجید میں بہت سی آیات میں علم کی اشرفیت کو بیان کیا گیا ہے ارشادِ قدرت ہے:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجاتٍ

یعنی: خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند فرمائے گا۔(المجادلۃ آیت ۱۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہوتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ

یعنی: کہہ دو! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ اس بات سے نصیحت صرف صاحبان عقل حاصل کرتے ہیں۔(الزمر آیت ۹)

اس کے علاوہ اس بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں اور اسی طرح اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں :

طلب العلم فريضة على كل مسلم---- الى آخره

(الکافی جلد۱، ص۳۰ طبع سوئم دار الکتب الاسلامیۃ تہران)

یعنی: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔--- تا آخر

پس اس عظیم عمل یعنی تحصیل علم کی دنیا کے حصول کیلئے ذریعہ اور وسیلہ بنا کر توہین کرنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ علم کو توہین اور بے حرمتی سے بچایا جائے اور اس کی عزت و عظمت کا لحاظ رکھا جائے اور علم کو معرفت کے حصول اور اسکے حقوق کی ادائیگی کے لئے حاصل کیا جائے۔

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کے مقام و مرتبہ کو ہمیشہ مد نظر رکھے اور اپنی تعلیم کو دنیا کی ہر چیز سے اہم قرار دے پس اس کی نظر میں ہر چیز تعلیم سے کم مرتبہ اور ادنی ہونی چاہیے لہٰذا Student میں ایسی صلاحیت اور استعداد کا ہونا ضروری ہے کہ جس کی بدولت وہ دنیا کی ہر چیز کو تعلیم کی خاطر قربان کردے اور جس میں ایسی صلاحیت اور استعداد نہیں ہے اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے آپ کو طالب علم (Student) کہے۔

یہ بات واضح رہے کہ فلاسفہ (Philosophers) اور مجتہدین طالب علموں کو اپنا تمام وقت تعلیم کے حصول کے لئے صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کو تعلیم کے علاوہ کسی بھی کام میں وقت ضائع کرنے سے منع کرتے ہیں، پس اس بنا پر اجتماعی اور معاشرتی امور میں سے ہر وہ کام جو تعلیم کے حصول میں مانع ہو یا تعلیم کے حصول میں سستی کا سبب ہو یا تعلیمی میدان میں کمزوری کا باعث بنے اسٹوڈنٹ کے لئے اس کام کا سرانجام دینا یا اس

میں حصہ لینا جائز نہیں ہے بلکہ وہ علماء اور فلاسفہ کی نظر میں اس سے معذور ہے اور یہ بات کسی بھی اسٹوڈنٹ کو دھوکہ میں مبتلا نہ کرے کہ ''ابھی تو بہت وقت پڑا ہے، ابھی تو جوانی کی ابتداء ہے ساری عمر پڑھنے کے لئے پڑی ہے وغیرہ'' اسٹوڈنٹس اس قسم کی باتوں اور خیالات سے دھوکہ کھا کر Study میں سستی کرتے ہیں اور اپنی سستی کا بہانہ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنے والے وقت میں اس کا تدارک اور تلافی کر لیں گے حالانکہ یہ ایک شیطانی دھوکہ اور شیطانی چال ہے کہ جس کے ذریعے ابلیس لعین اسٹوڈنٹس کو عظیم مقاصد اور منزلوں سے دور کرتا ہے۔

ضروری ہے کہ طالب علم اس بات کی طرف متوجہ رہے کہ اس کی زندگی اور وقت سے گزرنے والا ہر وہ منٹ کہ جس میں اس نے کوئی علمی ثمرہ حاصل نہیں کیا، جس میں اس نے کسی قسم کی تعلیمی سرگرمی سرانجام نہیں دی اور جس میں اس نے تعلیم کو نظر انداز کیا ہے وہ منٹ قیامت تک کبھی واپس نہیں آئے گا۔

مختلف اور متعدد Subjects کو ایک مخصوص عرصہ تک پڑھنے کے بعد جب کوئی Student ایسے مرحلے پہ پہنچتا ہے کہ جب اسے چند مخصوص یا کوئی ایک Subject اختیار کرنا ہوتا ہے تو اس مرحلہ میں Student کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے Subject کو اپنی آئندہ تعلیمی زندگی کے لئے اختیار کرے کہ جو سب سے افضل اور بہتر ہو اور اپنے اندر ایسی صلاحیت اور قدرت کا پیدا کرنا بھی ضروری ہے کہ جس کے ذریعے وہ اپنے Subjects میں بلند مراتب اور درجہ کمال تک پہنچنے میں حائل تمام رکاوٹوں اور موانع کو عبور کرسکے۔ اس سلسلہ میں اسے چاہیے کہ وہ اپنی ذہنی، جسمانی اور فکری طاقت اور اپنے اختیار کردہ Subjects میں اعلیٰ تعلیم اور اس کے لئے درکار وقت کو مدنظر رکھے اور اس کے مطابق زیادہ سے زیادہ محنت کرے۔

اسی طرح اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے Student کو چاہیے کہ اپنی ہمت و عزم کو بلند رکھے، کبھی بھی مایوسی کا شکار نہ ہو، تعلیمی میدان میں پیش آنے والی مشکلات کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے اور نہ ہی اپنے لئے تعلیم کی کوئی حد قرار دے یعنی کسی معمولی ڈگری پر اکتفا نہ کرے بلکہ مسلسل تعلیمی میدان میں آگے بڑھتا رہے اور اپنے منتخب کردہ Subjects میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات حاصل کرے اور تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے بلند مراتب حاصل کرے۔

کیا علم دنیا سے افضل نہیں ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ علم دنیا کی ہر چیز سے اشرف و افضل ہے تو پھر Student کیونکر معمولی تعلیم، چھوٹی موٹی ڈگری اور سادہ مضامین پر اکتفا کرتا ہے جبکہ دنیا اور اس میں موجود چیزوں کے حصول میں لگا ہوا کوئی بھی شخص چاہے وہ تاجر ہو، صنعت کار ہو یا اس کا تعلق دنیا کے کسی اور شعبے سے ہو وہ کبھی بھی دنیا و مافیھا کی معمولی مقدار پر راضی نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ کمانے اور حاصل کرنے کے لئے جدوجہد میں لگا رہتا ہے حالانکہ انبیاء علیھم السلام، آئمہ علیھم السلام اور فلاسفہ کی نگاہ میں دنیا انتہائی حقیر اور معمولی چیز ہے۔

اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تجربات اور مشاہدات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو Student کسی معمولی علمی مرتبہ یا کسی خاص ڈگری کو فقط اپنا ہدف قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کی کوشش پر ہی راضی رہتا ہے وہ اکثر طور پر اس علمی مرتبہ سے کم کو ہی حاصل کر پاتاہے اور اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس بنا پر ضروری ہے کہ Student اپنا ہدف انتہائی بلند بلکہ اپنے Subjects میں سب سے بلند قرار دے اور اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے محنت اور لگن کے ساتھ کوشش کرتا رہے اور ہر ممکن طریقہ سے بلند علمی مراتب کو حاصل کرے۔

اس سلسلہ میں جو چیز زیادہ فائدہ مند ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے Class fellows، اپنے تعلیمی ادارے میں پڑھنے والے باقی اسٹوڈنٹس بلکہ پورے ملک اور دنیا میں موجود اسٹوڈنٹس سے برتری حاصل کرنے کو اپنا نصب العین اور Target قرار دے، علمی مقابلوں میں حصہ لے ان میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے کی مکمل کوشش کرے، اپنے Class fellows کے درمیان موجود مقابلے میں اپنی برتری ثابت کرے اورامتحانات میں گزشتہ ریکارڈز کو توڑنے اور سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے کے لئے سخت محنت کرے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تمام Professors اور قابل Teachers کے بچے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں حالانکہ وہ اپنے بچوں کو گھر ہی میں خود تعلیم دے سکتے ہیں لیکن وہ انہیں تعلیمی اداروں میں بھیج کر ان میں مقابلے کا رجحان پیدا کرتے ہیں اور یہ چیز کسی بھی اسٹوڈنٹ کے لئے تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بہت مفید ہے۔

اگر نعوذ باللہ کسی اسٹوڈنٹ کا کوئی دین نہیں ہے کہ جو اسے شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی اور حرام کاموں سے روکے تو کم از کم اس میں تعلیم کے حصول کی لالچ اور خواہش تو ہونی چاہیے اعلیٰ علمی مراتب تک پہنچنے کا عزم تو اس کے اندر موجود ہونا چاہیے پس جب کسی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق، عزم اور مضبوط ارادہ ہو تو یہ عزم اور ارادہ اسے اخلاقی فساد اور بے راہ روی کے گڑھے میں پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ آزاد رہتا ہے اپنی خواہشات کا غلام نہیں بنتا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ لَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَ قَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرّاً

یعنی: تم کسی کے غلام نہ بنو یقینا خدا نے تم کو آزاد قرار دیا ہے۔

(نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)، ص: ۴۰۲)

اسٹوڈنٹ کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم کے حصول کے لئے اپنی جدوجہد اور کوشش میں کسی قسم کی بھی سستی اور کاہلی نہ کرے باقاعدگی سے اپنی کلاس اور پیریڈز (Periods) میں حاضر ہو، اپنے Subject سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرے اور ٹیچر کے لیکچر اور اس کی گفتگو کو غور سے سنے اور اپنے کسی ایسے Class fellow کے ساتھ اسکا مباحثہ و مذاکرۃ کرے کہ جو اس کی طرح بلند مقاصد اور اعلیٰ علمی مراتب کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اسی طرح میری طالبات بیٹیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے ساتھ پڑھنے والی کسی شریف اور لائق لڑکی کے ساتھ مل کر پڑھے گئے ابواب اور مضامین کو دہرائیں اور اس کے بارے میں آپس میں مباحثہ کریں۔

اسٹوڈنٹ کو تعلیم اور پڑھائی کی خاطر اپنے آرام اور کھیل کے وقت میں خلل کی پروانہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت پڑھائی کے لئے صرف کرنا چاہیے اور ہمیں دیکھنا چاہیے کہ سب سے افضل اور اشرف مقصد کیا ہوسکتا ہے؟ تو ہم کہہ چکے ہیں سب سے افضل و اشرف چیز علم ہے اور اس کے حصول کا مقصد بھی سب سے اشرف ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص بھی کسی بڑی چیز کی تمنا کرتا ہے اسے راتوں کو جاگنا ہی پڑتا ہے ایک شاعر کہتا ہے:

من رام وصل الشمس حاک خیوطها
سببا الی آملہ و تعلقا

یعنی: جس کا ارادہ سورج تک پہنچنے کا ہو وہ سورج کے دھاگوں (کرنوں) کی رسی بن کر اوپر چڑھتا ہے اور یہ اس کی نیت اور اس کے ساتھ تعلق کا نتیجہ ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

لَنْ تَنالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَ ما تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَليمٌ

یعنی: تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں خرچ نہ کرو اور جو بھی تم خرچ کروگے خدا اس سے باخبر ہے۔(سورہ آل عمران ۹۲)

یہ بات سب جانتے ہیں کہ انسان کے نزدیک محبوب ترین چیز اس کی زندگی اور صحت ہوتی ہے اور علم و تعلیم سے زیادہ کوئی چیز پاکیزہ اور مقدس نہیں ہوسکتی کیونکہ علم و تعلیم سے ہی قومیں زندہ ہوتی ہیں، علم سے ہی دوسری قوموں سے برتری سربلندی اور کامیابی حاصل ہوتی ہیں، تعلیم اور علم سے ہی خدا کی عبادت ہوتی ہے اور دین پہچانا جاتا ہے۔ پس اسٹوڈنٹ کو چاہیے کہ سب سے بڑی نیکی کے حصول یعنی علم کے حصول کے لئے زندگی اور آرام سے بھی بڑھ کر جو چیز ہو اسے بھی قربان کر دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

رَحِمَ اللَّهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا فَقُلْتُ لَهُ وَ كَيْفَ يُحْيِي أَمْرَكُمْ قَالَ يَتَعَلَّمُ عُلُومَنَا وَ يُعَلِّمُهَا النَّاس (عیون أخبار الرضا علیه السلام ؛ ج۱ ؛ ص۳۰۷)

خدا اس پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے ، (راوی نے کہا) آپ کو امر کو کیسے زندہ کرے ؟ فرمایا: ہمارے علوم کو سیکھ کر لوگوں کو سکھائے۔

اسلام میں جنسی آزادی

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

بعض لوگ آزادی کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں اور وہ مفہوم یہ ہے کہ انسان جب چاہے جو چاہے کرے اس غلط مفہوم کو غیر زیرک لوگ اپنا طبعی و فطری حق سمجھتے ہیں اور واضح ہے کہ اگر حریت اور آزادی کا یہ معنی لیا جائے تو یہ معاشرہ درندوں کا جنگل بن جائے گا جس میں کسی کی زندگی اور عزت محفوظ نہیں رہے گی۔

آزادی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مقتضیٔ طبیعت بشر کو پیش نظر رکھ کر اس کے لئے لائحہ عمل نصب العین کی حیثیت سے مشخص ہو اس طرح ہر انسان اس راستے کے ڈھانچے میں اپنی تمام خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور یہ مفہوم آزادی انسان کے تمام مراحل زندگی میں کام آتا ہے اس آزادی میں ہر انسان آگے بڑھ سکتا ہے دنیا و آخرت کی بہبودی سے فقط آشنا ہی نہیں بلکہ اس سے فیضیاب بھی ہو سکتا ہے۔

جنسی آزادی کی تشخیص بھی اس حد بندی اور قانون کی روشنی میں ہوگی البتہ وہ قانون کے ڈھانچے کے اندر اپنی زندگی سنوار سکے اور پھر ہر قسم کی معقول آزادی سے فائدہ اٹھا سکے، ضروری ہے کہ مقتضیات طبیعت بشر کو سامنے رکھ کر صحیح قانون کا ڈھانچا نصب العین اور صحیح عمل میسر ہو۔

دنیا کے تمام قوانین خواہ وہ عائلی ہوں یا سیاسی ہوں یا سماجی سب زندگی کے حوادث کے ٹکراؤ سے پیدا ہونے والے عمل کا نتیجہ ہیں اس وجہ سے ہمیشہ یہ قوانین ترمیم و تنسیخ تبدیلی کے محتاج رہتے ہیں اور صحیح قانون وہ ہے کہ جس میں تمام نوعِ بشر انسانی کی ضروریات اور مقتضیات کو پیش نظر رکھا جائے اور یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو کہ طبیعت بشر سے پوری طرح واقف ہو اور اس کی ضروریات کو پیش نظر رکھے اور مقتضیات افراد کے تصادم اور تجاذب سے بھی محفوظ رکھے اور یہ کام صرف خالق بشر ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہے اس کے لئے مفید اور مضر اس کی تمام ضروریات اس کی ذاتی، روحی، جسمی، سیاسی، اجتماعی ضرورت سے واقف ہے۔

لہٰذا ہم قانونِ الٰہی کو انسان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سامنے رکھیں جس میں زندگی کا وہ ڈھانچہ موجود ہے جس میں انسان کی دونوں صنفوں کی زندگی ضروریات بہتر و احسن طریقے سے پورے ہو سکتی ہیں بشرطیکہ کہ ہر انسان اس کی پابندی کرے اور اس کو صحیح لائحہ حیات کے طور پر قبول کرے۔

حجاب کا مسئلہ:

انسان کی اپنی حقیقت اور اس کی مفید اور مضر چیزوں سے غفلت یہ تصور دیتی ہے کہ پردہ انسان کو آزادی سے محروم کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ فطرت حقیقت انسان کو اگر بے باگ ڈور چھوڑ دیا جائے تو کسی مقدار میں بھی آزادی کو کافی نہیں سمجھے گا بلکہ ہمیشہ مزید سے مزید رغبات کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ یورپ میں بے پردگی سے جو مصیبتیں پیدا ہوئی ہیں جہاں عورت کو مرد کے لئے آلہ لذت بنا دیا گیا ہے اور وسیلہ کسبِ معیشت سمجھا جاتا ہے

عورت کی حیثیت کو اتنا کم کر دیا گیا ہے کہ اس کو چھوٹی سی چھوٹی چیزوں کی فروخت کی مشہوری (ایڈورٹائزمنٹ) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس بے پردگی سے صرف یہ مقصد لیا جاتا ہے کہ ہر عورت ہر وقت ہر مرد کی آنکھوں کی رغبت کو پورا کرنے کے لئے ہے اور وہ ایک عورت اور دوسری عورت اور اس طرح باقی عورتوں کو اپنی لذت کا ذریعہ بناتا ہے اور اس سے وہ سیر نہیں ہوتا اور اس طرح عورت مرد کے لئے آلہ کار بن کر رہ گئی ہے اور یہ ظالم عورت کی ذات کی پامالی کو آزادی کے نام سے موسوم کرتے ہیں تاکہ عورت اس طرح ہمیشہ دھوکے میں رہے اور اپنے ذاتی خسارے کی طرف متوجہ بھی نہ ہو سکے اسی طرح ہمیشہ کے لئے عورت کی عزت ،کرامت اور شرف کو پامال کر دیا گیا ہے کیونکہ اسلام ایک لائحہ عمل ہے کہ جس کو خالقِ کائنات نے بنایا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی صحیح زندگی کے لئے کیا درست ہے اور کیا درست نہیں ہے جیسا ڈاکٹر ہی بتا سکتا ہے کہ مختلف بیماریوں سے کیا کرنا چاہئے اسی لئے مذکورہ قانون کے ذریعہ عورت اور مرد دونوں کی رغبات محبتوں اور صحیح آزادی کو ایک صحیح قانونی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے نظام خلق فرمایا ہے جس میں عورت کی عزت بھی محفوظ رہے اور اس کو صرف اس کے شوہر کے ساتھ مشترکہ لذت کا وسیلہ بنایا ہے اور اسی طرح عورت کے لئے بھی صرف اس کا مرکزِ لذت اور آسودگی صرف اس کا شوہر ہےاسی طرح عورت کی عزت محفوظ ہوگی اور سلامتی نفس، بدن ،درستگی اخلاق اور رستگاری دنیا اور آخرت بھی ہوگی اس لئے حجاب عورت کی عزت ،شرف ، کرامت اور حقیقت آسودگی کا ضامن ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

الْإِيمَانُ أَفْضَلُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِدَرَجَةٍ، وَ التَّقْوَى أَفْضَلُ مِنَ الْإِيمَانِ بِدَرَجَةٍ، وَ الْيَقِينُ أَفْضَلُ مِنَ التَّقْوَى بِدَرَجَةٍ، وَ لَمْ يُقْسَمْ بَيْنَ بَنِي آدَمَ شَيْءٌ أَفْضَلُ مِنَ الْيَقِينِ (قرب الإسناد (ط - الحديثة)، ص: ٣٥٥)

ایمان اسلام سے ایک درجہ افضل ہے۔

اور تقویٰ ایمان سے ایک درجہ افضل ہے۔

اور یقین ایمان سے ایک درجہ افضل ہے۔

اور بنی آدم کے لئے یقین سے افضل کوئی چیز نہیں دی گئی۔

جناب مختار ثقفیؒ

(حصہ دوم)

مولانا قیصر عباس نجفی

مختار کی زندگی کے کارنامے:

مختار نے ۱۳ سال کی عمر میں اپنے والد کی قیادت میں جنگ فارس میں شرکت کی اور یہ جنگ خلیفہ دوم کے زمانے میں ہوئی تھی ۔ یہ جنگ مسلمانوں اور فارس کے درمیان ہوئی ۔ اس جنگ میں جناب مختار کے والد اور دو بھائی شہید ہو گئے اور مختار کی کفالت ان کے چچا سعد نے کی یہ مولا علی علیہ السلام کی طرف سے مدائن کے گورنر بھی تھے اور امام حسنؑ نے بھی ان کو باقی رکھا تھا۔(ثورۃ المختار ص ۲۳ و ۲۷)

امام حسنؑ جب مقام ساباط میں معاویہ کے نمک خوروں کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو آپؑ نے فرمایا تھا مجھے سعد کے پاس لے جاؤ، جو اسوقت مدائن کا گورنر تھا اور مختار کا چچا تھا اور مختار بھی ان کے ساتھ رہتا تھا تو اس وقت جس نے امام حسنؑ کے لئے طبیب کا بندوبست کیا وہ مختار تھے ۔

اور یہی مختار ایک نصرانی طبیب لائے تھے جو کہ امام حسنؑ کے ہاتھوں پر اسی جگہ مسلمان بھی ہوگیا تھا اور اس کا نام بطرس تھا۔(معالی السبطین ۔ عربی۔ ص ۴۳و۴۴)

جناب مسلمؑ امام حسین علیہ السلام کے سفیر بن کر آئے تو جناب مسلمؑ سب سے پہلے جناب مختار کے گھر ٹھہرے ۔ (معالی السبطین ج ۱، ص ۳۲۲)

اور جناب مختار کا گھر مسجد کوفہ کے قریب تھا۔

مگر مختار کا سب سے اہم کارنامہ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام سے انتقام لینا تھا۔اس تاریخی حقیقت کو بتلانے کے لئے کچھ تاریخی اوراق کو پلٹنا ہوگا۔

قارئین محترم! یزید لعین اورجب واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے مظالم برپا کر چکا تو اس نے اپنے آخری دنوں میں اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر کا مقابلہ کرنے کے لئے مکہ جائے چونکہ عبد اللہ بن زبیر اس کے خلاف بغاوت کر چکا تھا۔

اس کا لشکر مکہ آیا اور اس کے لشکر کے درمیان اور عبد اللہ بن زبیر کے درمیان جنگ جاری تھی کہ یزید لعین کی ہلاکت کی خبر آتی ہے اور مکہ میں عبد اللہ بن زبیر بلا مزاحم بچ جاتا ہے اور یہ مکہ میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیتا ہے ۔(احسن القال ج۲، ص ۴۷۵، شیخ عباس قمیؒ)

عبد اللہ بن زبیر نے اپنا اقتدار بڑھایا اور کوفہ میں بھی اپنا گورنر عبد اللہ بن یزید کو بنایا، پھر ان کو معزول کر کے عبد اللہ بن مطیع کو بنایا۔ (اصحاب الیمین ص ۲۶۸، علامہ حسین بخش جاڑہؒ)

اب ٦٦ ہجری میں مختار نے کوفہ میں عبد اللہ بن مطیع کے خلاف خروج کیا اور کوفہ کے اقتدار کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ مختار کا کل اقتدار ۱۸ ماہ رہا، اس عرصے میں جناب مختار نے قاتلانِ حسین علیہ السلام کو چُن چن کر مارا۔

اس وقت بصرہ میں بصرہ کا گورنر عبد اللہ بن زبیر کا بھائی مصعب تھا اس نے ٦٧ ہجری میں مختار کی طرف اپنا لشکر بھیجا جو سات ہزار پر مشتمل تھا اور اس جنگ میں ۱۴ رمضان کو جناب مختار دار الامارہ کے باہر شہید ہو گئے ۔(اصحاب الیمین ص ٦٨و٦٩)

جناب مختار کا مرقد:

جناب مختارؒ کا مرقد کوفہ میں مسجد کوفہ کی دیوار سے متصل صحن جناب مسلم

بن عقیل میں جناب مسلم کی قبر کے ساتھ ہے ۔ شائد یہ اسی ضیافت کا اثر ہو کہ جناب مسلمؑ سب سے پہلے جناب مختار کے گھر ٹھہرے تھے اور آج جناب مختار جناب مسلم بن عقیل کے مہمان ہیں ۔

جناب مختار کی عبادت:

بہت سارے اصحاب نے نقل کیا ہے کہ مختار اپنی حکومت کے ایام میں اکثر روزے سے رہتے تھے :

ان المختار کا یصوم اغلب ایام حکومتہ شکرا للہ ۔ (ثورۃ المختار ص ۲۶،سید ابو فاضل رضوی)

ترجمہ: جناب مختار اللہ کے شکر کے لئے اپنی حکومت کے اکثر ایام میں روزے سے رہتے تھے ۔

اور جناب مختارؒ کی زوجہ فرماتی ہیں :

وھو رجل یقوم اللیل و یصوم النھار (ثورۃ المختار ص۲۷

مختار وہ آدمی ہیں جو رات کو اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے۔

اور عبد الرزاق المقرم فرماتے ہیں :

کان یدعو ا الناس الی مرضاۃ اللہ (مقتل الامام الحسین ص ٤٥٤)

مختار لوگوں کو اللہ کی رضا کی طرف دعوت دیتے تھے ۔

جبکہ شیخ باقر شریف قرشی فرماتے ہیں کہ مختار تقویٰ کے اعلام میں سے تھے ۔ (حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲، ص ۴۵۴، شیخ باقر شریف قرشیؒ)

مختار کے بارے آئمہؑ کے اقوال:

عالم بچپن میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے مختار کو یا کیس یا کیس یعنی اے دانا ، اے دانا سے پکارا تھا۔

امام سجاد علیہ السلام کے پاس جب مختار نے ابن سعد اور ابن زیاد کے سر بھیجے تھے تو اس وقت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا تھا اور یہ جملے امامؑ نے سر سجدے میں رکھ کر بیان فرمائے تھے:

الحمد للہ الذی ادرک لی ثاری من اعدائی و جزی اللہ المختار خیرا ۔ (بحار الانوار ج٤٥، ص ٣٤٤)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے میرے دشمنوں سے میرا بدلہ لیا ، اللہ مختار کو جزائے خیر دے ۔

امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے :

لاتسبوا المختار فانہ قتل قتلتنا و طلب بثارنا ۔۔۔۔

بحار ج۴۵، ص ۳۴۳

مختار کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا، ہمارے خون کا بدلہ لیا، ہماری بیوگان کی شادی کرائی (مہر دے کر) اور تنگدستی میں ہم پر مال تقسیم کیا۔

اور امام باقر علیہ السلام نے جناب مختارؒ کے بیٹے سے فرمایا تھا:

رحم اللہ اباک رحم اللہ اباک (بحار ج٤٥، ص ٣٤٣)

اللہ آپ کے والد پر رحم فرمائے، اللہ آپ کے والد پر رحم فرمائے۔

جناب محمد حنفیہؒ نے بھی جناب مختار کے لئے دعا خیر فرمائی :

جزاہ اللہ خیر الجزاء فقد ادرک لنا ثارنا ۔(بحار ، ج٤٥، ص٣٨٥)

اللہ مختار کو جزائے خیر دے ، انہوں نے ہمارے خون کا بدلہ لیا ہے ۔

مراجع عظام کی رائے مختارؒ کے بارے میں:

آقائے مقدس اردبیلی قدس سرہ فرماتے ہیں:

یقیناً مختار اور ان جیسوں کے لئے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب ہیں ۔ (حدیقۃ الشیعہ ص ۵۰۵۔ ۵۰۶، مقدس اردبیلی)

آقائے سید خوئی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

مختار کا خروج اور ان کا قاتلانِ امام حسینؑ کو قتل کرنا اللہ، اس کے رسول ﷺ اور آئمہ علیہم السلام کے نزدیک پسندیدہ ہے ۔

(ثورۃ المختار ص ۵۲)

عبد الرزاق مقرم فرماتے ہیں :

مختار ان تمام تہمتوں سے بری الذمہ ہیں جنکی ان کی طرف نسبت دی گئی ہے ، ان کا دل محبتِ اہل بیتؑ پر تھا۔ (تنزیہ المختار ص ۲)

جاری ہے ----------

معصومہ قم کریمہ اہل بیتؑ و ثانیہ زینبؑ

مولانا محمد تقی ہاشمی

حضرت فاطمہ معصومہ قم سلام اللہ علیہا ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام کی بیٹی ہیں اور امام رضا علیہ السلام کی بہن ہیں آپ کی اور امام رضا علیہ السلام کی والدہ ایک ہی ہیں کہ جن کا نام تکتم اور نجمہ ہے ۔

حضرت معصومہ قم یکم ذی القعدہ کو مدینہ منورہ میں سن ۱۷۳ہجری میں پیدا ہوئیں۔(آپ کے سن پیدائش میں اختلاف ہے) آپ امام رضاعلیہ السلام سے تقریبا ۲۵سال چھوٹی ہیں اور امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے پچیس سال بعد تقریبا پیدا ہوئیں اور شروع سے ہی آپ کا اپنے بھائی سے خاص لگاؤ و محبت کا رشتہ تھا اور ملتا ہے کہ امام رضا علیہ السلا م نے ہی اپنی بہن کے کانوں میں اذا ن و اقامت کہی ۔

آپ کا نام فاطمہ ہے۔

ہمیں آئمہ علیہم السلام کی زندگی میں فاطمہ کے نام کے بارے میں خاص قسم کا اہتمام ملتا ہے اور اس نام کی خاص اہمیت ملتی ہے ہمارے معاشرے میں کوئی بھی اپنے بچوں کے ایک جیسے نام نہیں رکھتا لیکن فاطمہ ایسا نام ہے کہ جو ہمارے ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی چاروں بیٹیوں کا رکھا۔فاطمہ کبری، فاطمہ وسطی، فاطمہ صغری ، فاطمہ اخری

اور جو قم میں مدفون ہیں وہ فاطمہ کبری ہیں جبکہ فاطمہ وسطیٰ اصفہان میں ، فاطمہ صغریٰ ملک آذربائیجان کے شہر باکو میں اور فاطمہ اخریٰ شہر رشت میں مدفون ہیں۔

اور الکافی میں روایت ہے کہ : قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْفَقْرُ بَيْتاً فِيهِ اسْمُ مُحَمَّدٍ أَوْ أَحْمَدَ أَوْ عَلِيٍّ أَوِ الْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ أَوْ جَعْفَرٍ أَوْ طَالِبٍ أَوْ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ فَاطِمَةَ مِنَ النِّسَاء

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گھر میں فقر و غربت داخل نہیں ہوتی کہ جس میں محمد یا احمد یا علی یا حسن یا حسین یا جعفر یا طالب یا عبد اللہ یا عورتوں میں سے فاطمہ کا نام ہو ۔

حضرت فاطمہ معصومہ قم کے والدین:

آپ کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں جو کہ ہمارے ساتویں امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں جبکہ آپ کی والدہ ایک کنیز ہیں کہ جن کا نام تکتم ہے کہ جنہیں نجمہ اور طاہرہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ جناب حمیدہ نے اس کنیز کو خریدا تھا اور روایت میں ہے وارد ہوتا ہے کہ یہ کنیز یعنی امام رضا علیہ السلام اور حضرت فاطمہ معصومہ قم کی والدہ نجمہ عقل و دین میں سب سے افضل تھیں

وَ اسْمُهَا تُكْتَمُ وَ كَانَتْ مِنْ أَفْضَلِ النِّسَاءِ فِي عَقْلِهَا وَ دِينِهَا وَ إِعْظَامِهَا لِمَوْلَاتِهَا حَمِيدَةَ الْمُصَفَّاةِ حَتَّى أَنَّهَا مَا جَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهَا مُنْذُ مَلَكَتْهَا إِجْلَالًا لَهَا(عیون اِخبار الرضا علیہ السلام، ج1، ص: 15)

(حضرت معصومہ قم کی والدہ کا نام) تکتم ہے اور آپ خواتین میں عقل و دین میں افضل تھیں اور اپنی آقازادی حمیدہ (امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ) کا بہت احترام کیا کرتیں تھیں یہاں تک کہ جب ان کی ملک میں آئیں تو کبھی بھی ان کے سامنے ان کی عظمت و جلالت کی وجہ سے نہیں بیٹھیں ۔

اور آپ کا نام طاہرہ خود امام موسی کاظم علیہ السلام نے رکھا کہ جب آپ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی پیدائش ہوئی روایت میں ہے کہ :

لَمَّا اشْتَرَتِ الْحَمِيدَةُأُمُّ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع أُمَّ الرِّضَا ع نَجْمَةَ ذَكَرَتْ حَمِيدَةُ أَنَّهَا رَأَتْ فِي الْمَنَامِ رَسُولَ اللَّهِ ص يَقُولُ لَهَا يَا حَمِيدَةُ هَبِينَجْمَةَ لِابْنِكِ مُوسَى فَإِنَّهُ سَيُولَدُ لَهُ مِنْهَا خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوَهَبَتْهَا لَهُ فَلَمَّا وَلَدَتْ لَهُ الرِّضَا ع سَمَّاهَا الطَّاهِرَةَ (عیون اِخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص: ۱۷)

کہ جب جناب حمیدہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ نے جناب نجمہ کو خریدا تو جناب حمیدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک روز خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ اے حمیدہ یہ نجمہ آپ کے بیٹے امام موسی کاظم علیہ السلام کے لئے ہے اس سے وہ پیدا ہوگا کہ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا پس جناب حمیدہ کہتی ہیں کہ میں نے نجمہ کو جناب موسی کاظم علیہ السلام کے لئے ھبہ کر دیا اور جب جناب نجمہ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ نے نجمہ کا نام طاہرہ رکھا ۔

یعنی جناب معصومہ قم کی والدہ کا لقب بھی طاہر ہ ہے جبکہ یہی طاہرہ کا لقب جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا بھی تھا اور جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو بھی طاہر ہ کہا جاتا ہے ۔پس یہاں سے خود جہاں جناب معصومہ قم کی عظمت واضح ہوتی ہے وہاں جناب نجمہ کی فضیلت بھی واضح ہوجاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

جناب فاطمہ معصومہ قم کے مشہور القاب:

معصومہ :اس وجہ سے ہے کہ آپ بہت زیادہ تقوی کی مالکہ تھیں ۔

اخت الرضا: یعنی امام رضا علیہ السلام کی بہن

کریمہ اہلبیت : ایک لقب آپ کا کریمہ اہلبیت بھی ہے اس لقب کی وجہ کتابوں میں یوں ذکر ہوئی ہے:

آیت اللہ سید محمو مرعشی قدس سرہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے آئمہ علیہم السلام سے توسل کیا تاکہ آئمہ علیہم السلام آپ کو جناب صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر کی جگہ بتائیں ۔

بہت سارے توسلات کے بعد ان کو آئمہ علیہم السلام کی طرف سے یہ جواب ملا کہ ہم سے یہ چیز نہ مانگو کیونکہ اس بات کو مقدر نہیں کیا گیا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی مخفی قبر کو ظاہر کیا جائے لیکن اس وجہ سے تاکہ ہمارے چاہنے والے اور شیعہ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی قبر کی زیارت کے فیض سے محروم نہ ہوجائیں آپ سب کریمہ اہل بیت کی زیارت کرو۔

پس سید مرعشی نے سوال کیا کہ کریمہ اہل بیت کون ہیں ؟

تو جواب دیا گیا کہ : جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ جو کہ قم میں مدفون ہیں۔(کتاب سیدۃ عش آل محمد ص ۳۸)

اگرچہ یہ ایک بہت بڑے نیک مجتہد کے سچے خواب کا قصہ ہے لیکن اگر حقیقت میں بھی دیکھا جائے تو اس کی ہمیں تصدیق ملتی ہے کہ جو کرم اور مہمان نوازی و کرامات معصومہ قم سے ظاہر ہوتی ہیں اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعا آپ کریمہ اہل بیت ہیں اور آپ کی کرامت کے لئے یہ بات ہی کافی ہے کہ موجودہ دور میں مراکز تشیع میں حوزہ قم کا اپنا ایک منفرد مقام ہے کہ جس میں پوری دنیا کے لئے اہلبیت علیہم السلام کی احادیث و علوم کا پھیلایا جاتا ہے اور ہر طرح سے مکمل دفاع علمی مذہب تشیع کا کیا جاتا ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں جوار معصومہ قم میں محدث و علماء و مجتہدین دفن ہیں۔ یقینا یہ سب کریمہ اہلبیت جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا کی کرامت کا اثر ہے ۔

حضرت معصومہ قم ثانیہ زینب کیوں؟

ہمارے آئمہ علیہم السلام کی بہت ساری بہنیں ہیں لیکن سب کا نام تاریخ میں زندہ نہیں ہے فقط امام حسین علیہ السلام کی بہن زینب سلام اللہ علیہا کا نام اور امام رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ جناب فاطمہ معصومہ قم کا نام تاریخ میں ایک خاص کردار پر مشتمل ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کا اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا کا سفر فقط اپنی ذاتی محبت جو کہ ہر بہن کی بھائی سے

ہوتی ہے کہ بنیاد پر نہ تھا بلکہ اس کے پیش نظر دین اسلام کی حفاظت اور امام حسین علیہ السلام کے نام کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ولایت امام کی طرف متوجہ و تبلیغ کرنا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہی مقصد جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے بھی اس دور کے مشکل ترین اور طویل اور پر از مشقت سفر کا ہے۔

یعنی جناب معصومہ قم نے جو سفر کیا وہ فقط اپنی بھائی سے محبت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اس سفر کے ذریعے لوگوں کا امام علیہ السلام کی طرف توجہ دلانا اور امام کی مظلومیت و مجبوری کی طرف لوگوں کو سوچنے پر مجبور کرنا ہے کہ خراسان میں اس وقت کے ظالم بادشاہ نے جھوٹی ولی عہدی کی خاطر، لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر امام علیہ السلام کو مجبورا اور ظلم کی وجہ سے خراسان لے گئے اورچونکہ اس دورمیں کوئی میڈیا جیسی چیز تو نہیں تھی تو اس وجہ سے لوگوں کو ہدف امامت ، چراغ ولایت کی طرف توجہ دلانے کی خاطر اس مشکل ترین سفر کا جناب معصومہ قم نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آغاز کیا تاکہ لوگ اس بات پر سوچنے کے لئے مجبور ہوجائیں کہ آخر کیا وجہ تھی اس مشکل دور میں ایک بہن مدینہ سے خراسان تک سفر کرتی ہے؟

امام کی ہجرت کے ایک سال بعد بھائی کے دیدار کے شوق میں اور رسالت زینبی اور پیام ولایت کی ادائیگی کے لئے آپ (س) نے بھی وطن کو الوداع کہااور اپنے کچھ بھائیوں اور بھتیجوں کے ساتھ جانب خراسان روانہ ہوئیں۔ ہر شہر اور ہر محلے میں آپ کا والہانہ استقبال ہورہاتھا،یہی وہ وقت تھا کہ جب آپ اپنی پھوپھی حضرت زینب (س) کی سیرت پر عمل کرکے مظلومیت کے پیغام اور اپنے بھائی کی غربت مومنین اور مسلمانوں تک پہنچارہی تھیں اور اپنی و اہلبیت کی مخالفت کا اظہار بنی عباس کی فریبی حکومت سے کررہی تھیں ،یہی وجہ تھی کہ جب آپ کا قافلہ شہر ساوہ پہنچاتو کچھ دشمنان اہلبیت (ع) جن کے سروں پر حکومت کا ہاتھ تھا راستے میں حائل ہوگئے اور حضرت معصومہ (س) کے کاروان سے ان بد کرداروں نے جنگ شروع کردی ۔نتیجتاً کاروان کے تمام مردوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق حضرت معصومہ (س) کو بھی زہر دیا گیا۔

بہر کیف حضرت معصومہ (س) اس عظیم غم کے اثر سے یا زہر جفا کی وجہ سے بیمار ہوگئیں اب حالت یہ تھی کہ خراسان کے سفر کو جاری و ساری رکھنا ناممکن ہوگیالہٰذا شہر ساوہ سے شہر قم کا قصد کیااور آپ نے پوچھا اس شہر (ساوہ) سے شہر قم کتنا فاصلہ ہے۔اس دوری کو لوگوں نے آپ کو بتایا تو اس وقت آپ نے فرمایا: مجھے قم لے چلو اس لئے کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: شہر قم ہمارے شیعوں کا مرکز ہے۔

اس عظیم ہستی نے صرف سترہ(۱۷) دن اس شہر میں زندگی گزاری اور ان ایام میں آپ اپنے خدا سے راز ونیاز کی باتیں کرتیں اور اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔

آخر کار روز دہم ربیع الثانی اور ایک قول کے مطابق (بارہ ربیع الثانی) ۲۰۱ ھ قبل اس کے آپ کی چشم مبارک برادر عزیز کے چہرہ منور کی زیارت کرتی ،غریب الوطنی میں بہت زیادہ غم اندوہ دیکھنے کے بعد بند ہوگئیں۔

بقیہ : گناہوں کے اثرات

قاطع رحم موجود ہو۔

(نہج الفصاحۃ (مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ)، ص: ۲۸۱)

امیر کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے بھی ایک عظیم فکر دی ہے مولا فرماتے ہیں :

من کثر فکرہ فی المعاصی دعتہ الیھا (غرر الحکم ۶۶۴)

جو شخص گناہ کا خیال زیادہ دل میں لائے گناہ اس کو اپنی طرف جذب کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور موقع پر امام علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الذُّنوبُ الدَّاءُ، وَ الدَّواءُ الِاسْتِغْفارُ، وَ الشِّفَاءُ أَنْ لَا تَعُودَ.

مولا فرماتے ہیں گناہ ایک بیماری ہے اس کا علاج استغفار ہے اور شفاء اس میں ہے کہ دوبارہ گناہ نہ کرے۔

(عیون الحکم و المواعظ (لللیثی)، ص: ۵۶)

قارئین محترم ! جس طرح گناہ انسانی زندگی پر آثار مرتب کرتے ہیں اسی طرح نیک اعمال بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔اب انتخاب آپ کا ہے آپ اپنے جسم ،معاشرے اور کائنات کے لئے گناہوں کا انتخاب کرتے ہیں یا نیکیوں کا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

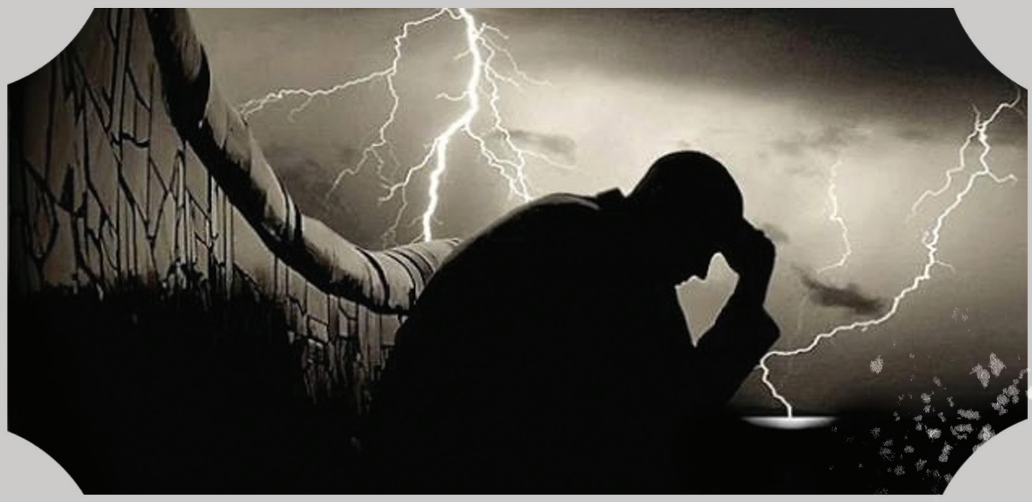

گناہوں کے اثرات

قیصر عباس نجفی

قارئین محترم ! یہ حقیقت ہے کہ گناہ جس طرح انسان کو خدا ور اہل بیت علیہم السلام سے دور کرتے ہیں اسی طرح یہ گناہ انسان کے بدن اور اس کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں کہ فقط تجزیہ نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کے بیان کے پیچھے معصومین علیہم السلام کے ارشادات ہیں جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے ایک موقع پر اس حقیقت کو بیان فرمایا:

مُعَاوِيَةُ بْنُ حُكَيْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ جَعْفَرٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ بِالْحَمْرَاءِ فِي مَشْرَبَةٍ مُشْرِفَةٍ عَلَى الْبَرِّ وَ الْمَائِدَةُ بَيْنَ أَيْدِينَا إِذْ رَفَعَ رَأْسَهُ فَرَأَى رَجُلًا مُسْرِعاً فَرَفَعَ يَدَهُ مِنَ الطَّعَامِ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ فَصَعِدَ إِلَيْهِ فَقَالَ الْبُشْرَى جُعِلْتُ فِدَاكَ مَاتَ الزُّبَيْرِيُّ فَأَطْرَقَ إِلَى الْأَرْضِ وَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَ اصْفَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُهُ قَدِ ارْتَكَبَ فِي لَيْلَتِهِ هَذِهِ ذَنْباً لَيْسَ بِأَكْبَرِ ذُنُوبِهِ قَالَ وَ اللَّهِ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَاراً ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَأَكَلَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ رَجُلٌ مَوْلًى لَهُ فَقَالَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ مَاتَ الزُّبَيْرِيُّ فَقَالَ وَ مَا كَانَ سَبَبُ مَوْتِهِ فَقَالَ شَرِبَ الْخَمْرَ الْبَارِحَةَ فَغَرِقَ فِيهِ فَمَاتَ

معاویہ بن حکم کہتا ہے کہ سلیمان بن جعفر جعفری نے کہا میں حمراء میں ایک بالائی منزل جو صحراء کی طرف تھی پر امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا دستر خوان ہمارے سامنے بچھا ہوا تھا اچانک آپؑ نے سر اقدس اٹھایا اور دیکھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آرہا ہے آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا وہ شخص اوپر چڑھ کر آپؑ کے پاس آیا اور عرض کیا مولا میری جان آپؑ پر فدا ہو ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں کہ زبیری مر گیا یہ سن کر آپؑ نے اپنی نگاہیں جھکا لیں رنگ آپؑ کا متغیر ہو گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا پھر آپؑ نے سر اقدس اٹھایا اور ارشاد فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اس رات میں بھی وہ گناہ میں مبتلا تھا اور اس کی نگاہوں میں یہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا پھر فرمایا بخدا یہ لوگ گناہوں میں غرق ہو کر جہنم میں جگہ بناتے ہیں یہ کہہ کر آپ نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کھانا نوش فرمایا تھوڑی ہی دیر میں ایک دوسرا شخص جو زبیری کا غلام تھا آیا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان: زبیری مر گیا۔ آپؑ نے دریافت فرمایا کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: گزشتہ شب مقدار سے زیادہ شراب پی گیا تھا اور اسی حالت میں مر گیا۔ (بحار الأنوار (ط - بیروت)، ج۴۹، ص: ۴۷)

قارئین محترم !امام علیہ السلام کے اس واقعے میں واضح طور پر امام علیہ السلام نے سورہ نوح کی آیت ۲۵ (**مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَاراً** ترجمہ: یہ سب اپنی غلطیوں کی بنا پر غرق کئے گئے ہیں اور پھر جہنم میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔) کی تلاوت کر کے اور اللہ کی قسم **وَاللّٰہِ** کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ انسان کو اس کے گناہ بھی جہنم میں لے کر جاسکتے ہیں اور یہ انسان کے گناہ کا بہت ہی بڑا خطرہ ہے۔

شراب نوشی کتنا بڑا گناہ ہے جس سے انسان کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ زندگی کہ جس سے انسان سعادت اور خوش بختی کی عظیم منازل طے کرتا

ہے وہ نعمت انسان سے سلب ہوجاتی ہے اب اس نے گناہ کیا اور یہی گناہ اس کی موت کا سبب بن گیا آخرت کی بربادی الگ اس کا مقدر بن گئی ۔

قارئین محترم ! کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان گناہ گار نہیں ہوتا مگر جس وقت عذابِ الٰہی آرہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ گناہ گار شخص کے نزدیک ہوتا ہے تو وہ بھی عذاب میں مبتلاء ہوجاتا ہے جیسا کہ اس حقیقت کو امام رضاؑ نے یوں بیان فرمایا:

جعفری کہتا ہے کہ حضرت ابو الحسن امام رضاؑ نے مجھ سے فرمایا میں یہ کیوں دیکھ رہا ہوں کہ تم عبد اللہ بن یعقوب کے پاس ہو جعفری کہتا ہے: میں نے جواب دیا اس لئے کہ وہ میرا ماموں ہے حضرتؑ نے فرمایا وہ خدا کے بارے میں سخت ناشائستہ باتیں کرتا ہے جسم و جسمانیت کی بنیاد پر خدا کے اوصاف بیان کرتا ہے پس یا اس کی ہم نشینی اختیار کر اور ہم سے کنارہ کشی اختیار کر لے یا پھر ہمارا رہ کر اس سے دور رہ. میں نے عرض کیا : وہ جو کچھ چاہے کہے جب تک میں اس کے قول میں شریک نہ ہوں تو میرا کیا نقصان ہے ؟ امامؑ نے فرمایا کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اس پر خدا کا عذاب نازل ہو جو تم دونوں کو گھیر لے کیا تم نے اس شخص کا واقعہ نہیں سنا جو حضرت موسیٰؑ کا دوست تھا جبکہ اس کا باپ فرعون کا طرفدار تھا جب فرعون کا لشکر دریا کے کنارے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں تک پہنچا تو وہ شخص اپنے باپ کو نصیحت کرنے کے خیال سے حضرت موسیٰؑ سے الگ ہو گیا اس کا خیال تھا کہ شائد اس طرح وہ بھی حضرت موسیٰؑ سے ملحق ہوجائے گا اس کا باپ فرعون کے لشکر میں چلا جا رہا تھا اور اپنے باپ سے اپنے مذہب کے بارے جھگڑ رہا تھا یہاں تک کہ دونوں دریا کے کنارے پہنچے جیسے ہی فرعون کا لشکر پانی میں غرق ہونے لگا تو یہ دونوں بھی ایک ساتھ غرق ہوگئے جب یہ خبر حضرت موسیٰؑ تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا وہ رحمت خدا میں شامل ہے لیکن چونکہ عذاب کے نزول کے وقت گناہ گار کے نزدیک تھا اس لئے بچایا نہ جا سکا ۔ (اصول کافی)

قارئین محترم !آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ گناہگار کے گناہ کا اثر نیک انسان کی زندگی پر بھی پڑتا ہے اور اسی نکتہ کو آیت اللہ العظمیٰ شیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ نے بہت خوب صورت انداز سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

اس بات کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ جو شخص خدائی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ خدا ،معصومینؑ بلکہ پوری کائنات کا مجرم ہے کیونکہ گناہ اور اس گناہ گار کے وجود سے پوری کائنات بری طرح متاثر ہوتی ہے روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کی وجہ سے آسمان سے بارش نہیں برستی بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن سے فضا سیاہ ہو جاتی ہے بہت سے ایسے گناہ ہیں جن سے بیماریاں اور وبائیں وجود میں آتی ہیں بہت سے گناہوں کی وجہ سے غربت اور فقیری میں اضافہ ہوتا ہے ۔

جامع اور مختصر الفاظ میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مطالب کو کس سہل انداز میں بیان فرمایا ہے ہم گناہ کو اہمیت نہیں دیتے ہم گناہوں کے اثرات سے غافل ہیں اگر ہم کو پتہ چل جائے کہ گناہ انسان مؤمن کے لئے کتنا خطرناک ہے اور اس سے معاشرے میں اور کائنات میں بلکہ خود انسان میں کیا خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں تو کبھی بھی انسان گناہوں کی غلاظت میں لت پت نہیں ہوگا ۔

قارئین محترم !آپ نے غور فرمایا کہ گناہ اورگناہگار کا وجود کتنا خطرناک ہے گناہگار کی ہم نشینی بھی انسان کو تباہ کر سکتی ہے عذاب میں مبتلاء کر سکتی ہے جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں اشارہ ہے اور اسی مطلب کو سید ہاشم رسول المحلاتی نے بھی اپنی کتاب کیفر گناہان کبیرہ میں ذکر کیا ہے ۔

امام علی رضا علیہ السلام کے پوتے امام علی نقی علیہ السلام سے بیان ہے کہ :

لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ قَالَ مُوسَى إِلَهِي فَمَا جَزَاءُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ قَالَ يَا مُوسَى أُنْسِي لَهُ أَجَلَهُ وَ أُهَوِّنُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ

امامؑ فرماتے ہیں جب اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا تو حضرت موسیٰؑ نے پوچھا اے اللہ اس آدمی کی جزاء کیا ہے جو اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے ان سے اچھا سلوک کرتا ہے تو خدا نے فرمایا:اے موسیٰؑ اس کی زندگی میں اضافہ کر دیتا ہوں اور موت کی سختی کو آسان کر دیتا ہوں ۔

(الأمالي (للصدوق) ؛ النص ؛ ص۲۰۷

اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی گناہوں کے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :ان الرحمة لا تنزل علی قوم فیهم قاطع رحم

کہ رحمت کا نزول اس قوم پر نہیں ہوتا جس میں قاطع رحم موجود ہو یعنی جس شخص نے اپنے رشتہ داروں سے تعلق ختم کر دیا ہو ۔

اسی طرح کا ایک اور فرمان پیغمبر ﷺ ہے :

ان الملائکة لا تنزل علی قوم فیهم قاطع رحم

کہ اس قوم میں ملائکہ کا نزول نہیں ہوتا جس میں۔۔ **بقیہ ص ۱۲ پر**

امام رضا علیہ السلام کا اسلام کی حفاظت کی خاطر جانشینی کو قبول کرنا

مولانا محمد تقی ہاشمی

مختصر تمہید:

کیا امام رضا علیہ السلام نےمامون کے طاغوتی نظام میں شریک ہو کر ایک طاغوتی نظام کو مضبوط کیا ؟ظالم حکومت کے ساتھ تعاون کیا ؟کیا امام کا یہ فعل زہد و تقویٰ کے منافی ہے ؟یہ سارے سوالات ایسے ہیں کہ جن پر صدیوں سے علماء سیرت روشنی ڈال رہے ہیں ۔

ان سوالوں کے جوابات جاننے کے لئے ہمیں اسلام کا سیاسی نظریہ سمجھنا ہوگا ،دنیا کی سیاست کرسی کے ارد گرد گھومتی ہے اور بہر صورت دنیاوی سیاست کا مقصد اپنی حکومت اور کرسی کو بچانا ہوتا ہے لیکن اسلامی سیاست کرسی کی بجائے اسلام کے ارد گرد گھومتی ہے اور بہر صورت اسلامی سیاست کا مقصد اسلام کو بچا کر اگلی نسلوں تک محفوظ طریقہ سے پہنچانا ہوتا ہے ۔ چاہے اس کے لئے اپنی ظاہری کرسی اور حکومت کو کسی اور کے حوالے کرنا پڑا یا کسی سے کرسی کو حاصل کرنا پڑے یا پھر کسی کے ساتھ شریک ہونا پڑے یا پھر قیام کرکے اپنی گردن کو کٹانا پڑے ۔ مختلف حالات میں مختلف تقاضوں کے مطابق ہمیں اسلام کی حفاظت کرنا ہوتی ہے ۔

مامون کے پس پردہ مذموم مقاصد:

☆مامون اور امین دو بھائیوں کے باپ ہارون رشید کے چلے جانے کے بعد مامون تمام ملکوں پر قبضے کی خاطر اپنے بھائی امین کو قتل کر دیتا ہے جبکہ ہارون رشید دو بھائیوں کے درمیان ملکوں کی حکومت کو تقسیم کر کے مرتا ہے لیکن دونوں اس تقسیم پر راضی نہیں ہوتےامین کو قتل کرنے کے بعد مامون کی حکومت ایک طاقتور حکومت نہ بن سکی عباسیوں اورعلویوں دونوں کی طرف سے تنقید اور عدم رضایت کی صورت حال رہی عباسی اس وجہ سے راضی نہ رہے چونکہ وہ مامون کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ مامون ایک لونڈی کا بیٹا تھا جو کہ عجمی تھی جبکہ امین کی ماں عربی تھی اور لونڈی بھی نہیں تھی اس کے علاوہ مامون کی حکومت کو چلانے والا بھی عجمی فارسی تھا کہ جس کا نام فضل بن سھل تھا جو کہ مامون کے بہت قریب اور اس کا ہمراز تھا جبکہ یہ بات بھی عباسی قبیلہ کے لئے قابل ہضم نہ تھی کہ کس طرح عجمی شخص اتنے اختیارات کا مالک بن بیٹھا ہے! اور دوسری طرف سے مامون کے باپ اور آباء اور اجداد کی طرف سے علوی سادات پر مظالم کی ایک تاریخ تھی ایسا ظلم کہ جس میں کسی بھی علوی کو زمین پر زندہ رہنے کا حق نہ تھا حتی کہ بچوں کو نہر میں زندہ بہا دیا جاتا تھا اور اس ظلم کی وجہ سے لوگوں کی یہ خواہشات جنم لے رہی تھیں کہ کاش یہ حکومت ختم ہو جائے اور وہی پرانی ظالم حکومت واپس آجائے ۔

پس مامون کو اپنے آباء و اجداد کے ظلم پر پردہ بھی ڈالنا تھا اور لوگوں کو اپنی حکومت سے راضی بھی کرنا تھا جبکہ علویوں کی طرف سے انقلابی تحریکیں بھی شروع ہو چکی تھیں اور ادھر سے مامون کی فوج میں ایک بڑی تعداد شیعہ مؤمنین کی بھی تھی ۔

پس مامون کو ضرورت تھی کہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے کسی بلند و بالا شخصیت کا سہارا لے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے پوتے امام

علی رضا علیہ السلام سے بڑھ کر کونسی شخصیت ہوسکتی تھی؟ اور یوں مامون امام علی رضا علیہ السلام کو اپنی حکومت میں شامل کر کے جہاں علویوں کو راضی کرنا چاہتا تھا وہاں اپنی فوج کے اخلاص کو بھی حاصل کرنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی عباسیوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ میں علویوں کے ساتھ مل کر الگ حکومت بھی بنا سکتا ہوں لہٰذا میرے خلاف کوئی بھی شورش بپا کرنے سے پہلے میری طاقت کا اندازہ لگا لیں ۔

☆ اپنی حکومت کو شرعی حیثیت دے کر حکومت کو ہر قسم کی بغاوت سے بھی محفوظ کرنا چاہتا تھا اور یہ تبھی ممکن تھا کہ جب فرزندِ رسول ﷺ کو اپنی حکومت کا حصہ بنا لیا جائے ۔

اس کے علاوہ بھی بہت سارے اسباب ہیں کہ جن پر تفصیلی گفتگو تفصیلی کتب سیرت میں موجود ہے ۔

جانشینی کو قبول کرنا اختیاری تھا یا جبری؟

خود امام علی رضا علیہ السلام کے دور میں اس سوال پر بحث ہوتی رہی کہ آپؑ نے کیوں ظالم کی جانشینی کو قبول کیا؟اور امام علیہ السلام نے خود ان سوالات کے جوابات دیے ۔

تاریخ کہتی ہے کہ تقریبا دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ مامون کے لئے لگ گیا کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام کو اپنی جانشینی اور ولایت عہدی کو قبول کروائے اور جب اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا :

میں نے آپ کے علم و فضل کو درک کر لیا ہے یقیناً آپ خلافت کے لئے مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں میں اپنی خلافت آپ کو دینا چاہتا ہوں ؟ تو امام علی رضا علیہ السلام نے ایک تاریخی جواب دیا کہ جس سے مامون کا غصہ شدید ہوگیا آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا:

إِنْ كَانَتْ هَذِهِ الْخِلَافَةُ لَكَ وَ جَعَلَهَا اللَّهُ لَكَ فَلَا يَجُوزُ أَنْ تَخْلَعَ لِبَاساً أَلْبَسَكَهُ اللَّهُ وَ تَجْعَلَهُ لِغَيْرِكَ وَ إِنْ كَانَتِ الْخِلَافَةُ لَيْسَتْ لَكَ فَلَا يَجُوزُ لَكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي مَا لَيْسَ لَكَ

اگر یہ خلافت اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے قرار دی ہے تو تجھے اس بات کا حق ہی نہیں کہ جو لباس اللہ نے تجھے پہنایا کسی اور کے لئے قرار دو اور اگر خلافت تیرے لئے نہیں ہے تو تم کیسے اس چیز کو مجھے دے سکتے ہو جس پر تیرا حق ہی نہیں اور جو تیرے لئے ہے ہی نہیں ! (الأمالي (للصدوق) ص۶۹)

مامون شدید غصے میں آگیا اور کہنے لگا کہ آپ کو یہ پیشکش ہر صورت قبول کرنا پڑے گی امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔

اور یوں مامون ہر طرح کی کوشش کرتا رہا ہے کہ کسی طرح امام علی رضا علیہ السلام کو اپنی حکومت میں شامل کرے اور بالآخر دھمکیوں پر اتر آیا اور ایک دفعہ جب بحث گرم ہوئی تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

اللہ کی قسم ہے کہ جب سے اس نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے جھوٹ نہیں بولا میں نے زہد و تقویٰ کو دنیا کے لئے نہیں اپنایا اور میں تیرے ارادے کو خوب جانتا ہوں؟

مامون نے کہا کہ میرا کیا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ تم مجھے اپنی حکومت میں شامل کر کے لوگوں کو یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ علی بن موسیٰ الرضا زاہد انسان نہیں ہیں اور کس طرح خلافت کی لالچ رکھتے ہیں ۔

مامون مزید غصے میں آگیا اور کہنے لگا: فَبِاللَّهِ أُقْسِمُ لَئِنْ قَبِلْتَ وِلَايَةَ الْعَهْدِ وَ إِلَّا أَجْبَرْتُكَ عَلَى ذَلِكَ فَإِنْ فَعَلْتَ وَ إِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَكَ

کہ اللہ کی قسم یا تو میری جانشینی کو قبول کر لو ورنہ میں تمہیں مجبور کر دوں گا اگر ایسا نہ کیا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔(وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۷ ؛ ص۲۰۴)

تو اس وقت امام علی رضا علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور یوں گویا ہوئے:

کہ اے اللہ تو نے اپنے آپ کو ہلاکت اور موت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور میں یوسفؑ و دانیالؑ کی طرح مجبور اور مضطر ہوچکا ہوں کہ ان دونوں نے بھی اپنے زمانے میں طاغوتی نظام کو قبول کیا تھا۔

اور پھر امام علیہ السلام نے دعا کی :

اے اللہ کوئی ولایت و حکومت نہیں ہے مگر ساری ولایت و حکومت تیری ہے پس مجھے دین کو قائم کرنے کی اور سنت نبی ﷺ کو زندہ کرنے کی توفیق دے بے شک تو ہی میرا مولیٰ اور تو ہی مدد گار ہے ۔

اور امام علیہ السلام نے حکومت میں شریک ہونے کی انوکھی شرطیں بھی رکھ دیں کہ جو یہ تھیں کہ نہ امامؑ کسی کو معزول کرنے کا حق رکھتے ہیں اور نہ کسی کو نصب کرنے کااور حکومت میں کوئی دخل اندازی نہیں کریں گے ہاں اگر کوئی مشورہ مانگا گیا تومشورہ دیں گے ۔

امام علیہ السلام نے بہت سارے مواقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے ظالم

حکومت میں شریک ہونے سے استدلال فرمایا ہے ایک اور سوال کرنے والے کے جواب میں بھی فرمایا تھا: کہ حضرت یوسفؑ نبی تھے اور میں وصی ہوں ، وہ جس طاغوتی حکومت میں شریک ہوئے وہ مشرکین کی تھی اور میں جس میں شریک ہوا وہ مسلمانوں کی ہے حضرت یوسفؑ مجبور بھی نہ تھے فقط مصلحت اور تبلیغی مقصد سے شامل ہوئے جبکہ میرے ساتھ مصلحت اور دین کی تبلیغ و ترویج کے ساتھ ساتھ جبر اور اکراہ بھی شامل ہے ۔

ظالم حکومت کی جانشینی کو قبول کرنے کا دین اسلام کے لئے کیا فائدہ ہوا؟

☆امام علی رضا علیہ السلام جب مامون کی حکومت کا حصہ بن گئے تو پھر ظاہری بات ہے کہ آپؑ کے ہر فعل پر نگاہ رکھی جانے لگی اور کوئی بھی علمی کارنامہ یا کرامت جو دربار میں پیش آئے اسے چھپانا ناممکن تھا اور یوں امام علیہ السلام کے لئے ایک مضبوط میڈیا تھا کہ جہاں سے وہ دین اسلام کی تبلیغ کر سکتے تھے اور یہی وجہ کہ امام علیہ السلام نے مامون کے دربار میں ہر مذاہب کے علماء سے مناظرے کئے کبھی نصاری کے علماء سے تو کبھی یہودیوں کے علماء سے تو کبھی مجوسیوں سے تو کبھی اپنوں سے ولایت و امامت کے نظریہ کے تحفظ کے لئے ۔

اور اسی وجہ سے ہمارے پاس آج امام علی رضا علیہ السلام کے علمی مناظروں اور مذاکروں کا وسیع پیمانے پر ذخیرہ موجود ہے اور آج بھی متکلمین امام علی رضا علیہ السلام کی دی ہوئی دلیلوں سے سہارا اور مدد لیتے ہیں ۔

اور ادھر دوسری طرف مامون بھی دنیا کے کونے کونے سے بڑے سے بڑے عالم کو بلاتا اور سب سے یہی کہتا کہ کوئی ایسے سوال اور کوئی ایسی بحث کرو کہ امام علیہ السلام عاجز آجائیں لیکن اس کا مقصد ناکام رہ جاتا اور اہل حق کے لئے یہ روشن ہوجاتا کہ تخت و تاج پر قبضہ کر لینا آسان ہے لیکن بساط علم و فضل پر قدم رکھنا آسان نہیں ہے یہ صرف علیؑ کا حصہ ہے جو روز ازل سے قدرت نے ان کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور ان کا کام امت کی مشکل کشائی اور اسلام کے وقار کا تحفظ ہے ۔

☆ملک میں قحط پڑنے پر امام علی رضا علیہ السلام کی دعا سے ہی بارش ہوئی اور یوں امام کی یہ فضیلت بھی سب پر واضح ہوئی شائد اگر امام حکومت میں نہ ہوتے تو اس طرح کی شہرت نہ ملتی۔

☆امام جب بھی دربار میں آتے تو سب احترام کے لئے کھڑے ہوجاتے اور پردہ کو ہٹاتے تھے اور جب بنی عباس نے سیاسی خطرہ محسوس کیا تو یہ طے کر لیا کہ کوئی پردہ نہ ہٹائے گا اور کوئی کھڑا نہیں ہوگا لیکن جب امام پردے کے پاس پہنچے تو ایسی تیز ہوا کا جھونکا آیا کہ پردہ ہٹ گیا اور سب امام کے لئے کھڑے ہوگئے اور جاتے وقت بھی ہوا چلی اور پردہ ہٹ گیا اور یوں امام کی شخصیت سب کے سامنے نکھر کر سامنے آئی اور کسی کے لئے چھپانا بھی ممکن نہ تھا۔

اس کے علاوہ بھی جہاں امام علی رضا علیہ السلام نے دین و اسلام کی ترویج کے لئے ولایت عہدی کو استعمال کیا وہاں اپنی معرفت کا ذریعہ بھی قرار دیا۔

اور حقیقت امر یہ ہے کہ اگر امام علیہ السلام نے اس ولی عہدی کو قبول نہ فرمایا ہوتا تو ان فوائد کا حاصل کرنا ناممکن تھا اور اگر ان میں سے کوئی واقعہ پیش آ بھی جاتا تو خود حکومت اور اس کے کارندے اس کی چشم پوشی کرتے اور کسی کو نہ امام علیہ السلام کی کرامات کا پتہ چلتا نہ آپؑ کے علم کا اور نہ ہی دین اسلام کا اس طرح دفاع ہو پاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

الْإِيمَانُ أَدَاءُ الْفَرَائِضِ وَ اجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ (بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج۱۰ ؛ ص۳۶۵)

ایمان واجبات کو ادا کرنا اور محرمات سے بچنا ہے۔

مہمان نوازی اور اہل البیت علیہم السلام

(حصہ دوم)

مولانا شہباز حسین مہرانی نجفی

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر ہے ۔ بے حد مہمان نوازی کرنے کی وجہ سے آپؑ کو ابو الاضیاف (مہمان نوازوں کا باپ)کہا جاتا تھا۔آپؑ کو خلیل لقب ملنے کی ایک وجہ یہی ہے کہ وہ مہمان نواز تھے ، حضرت جابر انصاری سے مروی ہے کہ : قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ص يَقُولُ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا إِلَّا لِإِطْعَامِهِ الطَّعَامَ وَ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ (بحار الأنوار (ط ، بيروت) ج ١٢ ص ٤)جابر انصاری کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ : اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل صرف اس لیے منتخب کیا کہ آپؑ کھانا کھلاتے تھے اور جب لوگ سوئے ہوتے تھے تو آپؑ نماز شب پڑھتے تھے ۔

مندرجہ آیات میں غور و فکر کرنے سے ایک بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہانوں کی خاطر تواضع کرنے میں بہت زیادہ حریص تھے کیونکہ جیسے ہی مہمان پہنچے آپؑ فوراً ایک موٹا بچھڑا لے آئے۔

نتیجہ میں جو بھی شخص چاہتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرے اسے چاہیے کہ وہ اخلاق حسنہ کو اپناتے ہوئے مہمان نوازی کو اپنی صفت بنا لے ۔

مہمان نوازی اہل البیت علیہم السلام

محمد وآل محمد علیہم السلام کی سیرت ، اخلاق اور زندگی گزارنے کا ہر پہلو امت محمدی کے لیے نمونہ عمل ہے ، رسالتمآب ﷺ کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے کہ : لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (سورہ الاحزاب آیت ٢١)

بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

اسی طرح وصی مصطفیٰ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ: إِنَّمَا مَثَلِي بَيْنَكُمْ كَمَثَلِ السِّرَاجِ فِي الظُّلْمَةِ يَسْتَضِيءُ بِهِ مَنْ وَلَجَهَا فَاسْمَعُوا أَيُّهَا النَّاسُ وَ عُوا وَ أَحْضِرُوا آذَانَ قُلُوبِكُمْ تَفْهَمُوا (نهج البلاغه (للصبحى صالح) ص ٢٧٨)

تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے ، اے لوگو سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر)سامنے لاؤ تاکہ سمجھ سکو۔

اور اسی طرح اہل البیت (محمد و آل محمد) علیہم السلام ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہر ظاہری اور معنوی برائی اور رجس سے پاک رکھا ہے ، امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام سے نہج البلاغہ میں مروی ہے کہ : لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ ص مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ وَ لَا يُسَوَّى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَداً هُمْ أَسَاسُ الدِّينِ وَ عِمَادُ الْيَقِينِ (نهج البلاغه (للصبحى صالح) ص ٤٧)

اس امت میں کسی کو آل محمد علیہم السلام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے ، وہ دین کی اساس اور یقین کے ستون ہیں ۔

اہل البیت علیہم السلام کی زندگی کا ایک اہم پہلو مہمان نوازی اور مہمان نوازی ہے ، جس طرح سخی تھے اتنے ہی مہمان نواز تھے ۔ اور تمام آداب مہمان نوازی کو سامنے رکھ کر مہمان نوازی انجام دیتے تھے ۔اور ان آداب کی اپنے

چاہنے والوں کو تعلیم دی ۔ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ان آداب کی طرف اشارہ کیا جائے گا ۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ اَلْيَوْمِ اَلآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَ اَلضِّيَافَةُ ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ وَ لَيَالِيهِنَّ فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَ جَائِزَةٌ يَوْماً وَ لَيْلَةً وَ لاَ يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ إِذَا نَزَلَ بِقَوْمٍ [أَنْ] يُمِلَّهُمْ و يملونه [أَوْ يُمِلُّوهُ] فَيُخْرِجَهُمْ أَوْ يُخْرِجُوهُ (جامع الاخبار ج ۱ ص ۱۳۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان نوازی تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کے بعد کی راتیں اور دن صدقہ ہے اور ایک دن اور رات بخشش ہے اور مہمان کو یہ سزوار نہیں ہے کہ کسی قوم اور قبیلے کے پاس جائے اور (ایسا کام انجام دے کہ ان کا مہمان سے دل تنگ ہوجائے) نتیجہ میں وہ خود وہاں سے نکل جائے یا اس کو نکالا جائے ۔

پنجتن پاک علیہم السلام کس طرح لوگوں کی مہمان نوازی انجام دیتے تھے ملاحظہ فرمائیں ۔

رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی آپ ﷺ بچوں سے لے کر ضعیف و لاچار افراد تک مہمان نوازی فرماتے تھے ۔

آپ ﷺ مہمان کی مہمان نوازی کس طرح انجام دیتے روایات ملاحظہ فرمائیں ۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : أَنَّ رَسُولَ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كَانَ إِذَا أَتَاهُ اَلضَّيْفُ أَكَلَ مَعَهُ وَ لَمْ يَرْفَعْ يَدَهُ مِنَ اَلْخِوَانِ حَتَّى يَرْفَعَ اَلضَّيْفُ يَدَهُ (مسائل علی بن جعفر و مستدركاتها ص ۳۴۱)

علی بن جعفر سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ : جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس مہمان تشریف لے آتا تھا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور دسترخوان سے ہاتھ نہیں کھینچتے تھے جہاں تک کہ مہمان اپنا ہاتھ کھانے سے اٹھا لیتا تھا ۔

رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کے موارد بہت زیادہ ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں ۔

الف : مہمان نوازی (دعوت) ذو العشیرۃ

رسول اللہ ﷺ کو ارشاد رب ہو رہا ہے کہ : وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِين (سورہ الشعراء آیت ۲۱۴)

اور اپنے قریب ترین رشتے داروں کو تنبیہ کیجیے۔دعوت ذوالعشیرۃ تاریخ اسلام کا مشہور ترین واقعہ ہے ،

ب : بعض مناسبات پر آپ ﷺ کی مہمان نوازی :

زینب بنت جحش اور میمونہ بنت الحارث سے زواج کے موقعہ پر ولیمہ کی دعوت اور اسی طرح سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کی شادی کے موقعہ پر ولیمہ کی دعوت ، روایت میں وارد ہوا ہے کہ : ثُمَّ دَعَا بِلاَلاً فَقَالَ يَا بِلاَلُ إِنِّي قَدْ زَوَّجْتُ اِبْنَتِي مِنِ اِبْنِ عَمِّي وَ أَنَا أُحِبُّ أَنْ يَكُونَ مِنْ سُنَّةِ أُمَّتِي اَلطَّعَامُ عِنْدَ اَلنِّكَاحِ فَأْتِ اَلْغَنَمَ فَخُذْ شَاةً مِنْهَا وَ أَرْبَعَةَ أَمْدَادٍ فَاجْعَلْ لِي قَصْعَةً لَعَلِّي أَجْمَعُ عَلَيْهَا اَلْمُهَاجِرِينَ وَ اَلْأَنْصَارَ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْهَا فَآذِنِّي بِهَا فَانْطَلَقَ فَفَعَلَ مَا أَمَرَ بِهِ...... (بحار الانوار (ط ـ بیروت) ج ۴۳ ص ۱۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا کہ : اے بلال بتحقیق میں نے اپنی بیٹی (سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا) کی شادی اپنے چچا کے بیٹے (امام علی بن ابی طالب علیہم السلام) کرادی ہے میں چاہتا ہوں کہ میرے امت میں نکاح کےوقت ولیمہ کا انتظام کیا جائے ، اے بلال جاؤ اور ایک گوسفند ، چار کھانے کے برتن اور ایک بڑا برتن لے آؤ تاکہ میں انصار اور مہاجرین کو ان میں کھانا کھلاؤں ۔ اے بلال جب تم یہ چیزیں فراہم کر لو تو مجھے بتانا۔پس بلال کو جس طرح حکم دیا گیا تھا اسی طرح انجام دیا----

ج: بعض ہستیوں کی مہمان نوازی :

مولا علی علیہ السلام ، حضرت جبرئیل علیہ السلام ، حضرت ابوذر ، سلمان اور مقداد رحمۃ اللہ علیہم ، جعفر بن ابی طالب علیہ السلام ، عبد اللہ بن جذعان ، عدی بن حاتم ۔

ھ : حدیبیہ کے دن آپ ﷺ کی مہمان نوازی

و : اہل صفہ کی مہمان نوازی

اس علاوہ آپ ﷺ کے لیے روایت میں ہے کہ ہمیشہ دوپہر کا کھانا مہمان کے ساتھ کھاتے تھے ۔ روي أنه كان لا يتغدى إلا مع ضيفه (بحار الانوار (ط ، بیروت) ج ۶۶ ص ۸۵۳)

مروی ہے کہ آپ ﷺ دوپہر کا کھانا نہیں کھاتے تھے سوائے مہمان کے ساتھ ۔

جاری ہے ---------

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب و عشاء کی نماز کے بارے میں یہ نمازیں کیوں اکٹھی پڑھتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! رسول اسلامؐ نے نمازیں اکٹھی بھی پڑھی تھیں اور علیٰحدہ علیٰحدہ بھی پڑھیں تھیں اور یہ تمام شیعہ و سنی کتابوں سے ثابت ہے اور ہم نے تمام احکام خدا و رسولؐ سے لئے ہیں، البتہ علماء کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے افضل طریقہ کونسا ہے اور میرے نزدیک اکٹھا پڑھنا افضل ہے۔ واللہ العالم

سوال: حکومت نے مسجد کو بند کرنے کا حکم دیا ہے، تو رہنمائی کریں کہ مسجد میں نماز پڑھنے جاسکتے ہیں یا گھر میں ہی نماز ادا کریں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کرو اور اگر ان نصیحتوں کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں تو پڑھیں ورنہ گھر میں نماز ادا کریں۔ واللہ العالم

سوال: روزہ کی حالت میں خون دینا کیسا ہے اس پر ہمارا مذہب کیا کہتا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر خون دینے سے ایسی کمزوری یا ضعف نہ آئے جس سے روزہ پورا نہ کر سکے اور روزہ پورا کرنے میں دشواری پیش آئے تو صرف اس صورت میں روزے کی حالت میں خون نہیں دے سکتے۔ واللہ العالم

سوال: کیا 27 رمضان کی رات بھی شب قدر ہوتی ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ہماری بعض روایات سے 27 رمضان المبارک کی شب کو شب قدر سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن ہمارے نزدیک شب قدر کے اعمال 27 رمضان المبارک کی شب کو نہیں ملتے ہیں۔ واللہ العالم

کیا ہمارے لئے عید منانا جائز نہیں ہے، اس حوالے سے معصومین علیہم السلام نے کیا عید منانے سے منع فرمایا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آئمہؑ جو امیر المؤمنینؑ اور امام حسینؑ کی اولاد سے ہیں انہوں نے عید کے دن عید منانے کا حکم دیا ہے اور ہم آئمہؑ کے حکم کی پابندی سے ہر عید کو عید کے طور پر منائیں گے۔ واللہ العالم

سوال: میں نے 2019 میں باہمی فنڈ میں 20 لاکھ کی سرمایہ کاری کی تھی جس پر 2019 میں خمس ادا کر دیا تھا اس پیسے کو نکالا جاسکتا ہے مگر پورا سال اس میں سے کچھ نکالا نہیں سال میں اس پر کچھ منافع بھی آیا اور اب رقم 22 لاکھ ہے اس سال خمس 22 لاکھ پر ہو گا یا دو لاکھ پر؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ دو لاکھ پر خمس ادا کریں گے جب یہ رقم آپ کے ہاتھ میں آ جائے۔ واللہ العالم

سوال: قرآن پاک میں کل 14 سجدے ہیں، ان میں کون کون سے سجدے واجب ہیں اور کون کون سے مستحب؟ مزید یہ کہ کیا قرآن پاک مکمل پڑھ لینے کے بعد ایک بار تمام سجدے ادا کیئے جا سکتے ہیں یا دوران تلاوت جب سجدہ کی آیت آئے تو اسی وقت سجدہ ادا کریں۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ ان سجدوں کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے۔؟؟

جواب: بسمہ سبحانہ! سورہ سجدہ (الم تنزیل)، سورہ فصلت، سورہ نجم اور سورہ علق ان چار سورتوں میں سجدہ واجب ہے اور باقی سجدے مستحب ہیں اور قرآن مجید کے واجب سجدے میں انسان اپنی پیشانی سجدہ گاہ یا کسی ایسی دوسری پاک چیز پر رکھے جس پر سجدہ صحیح ہو اور سجدے میں یہ ذکر پڑھے لاٰ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ حَقّاً حَقّاً ’لاٰ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اِیْمَاناً وَّ تَصْدِیْقاً لاٰ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عُبُوْدِیَۃً وَّ رِقّاً سَجَدْتُ لَکَ یَا رَبِّ تَعَبُّداً وَّ رِقّاً لاٰ مُسْتَنْکِفاً وَ لاٰ مُسْتَکْبِراً بَلْ اَنَا عَبْد ذَلِیْل ضَعِیْف خَائِف مُّسْتَجِیْر اور بہتر ہے قبلہ رخ ہو کر سجدہ کرے اور آیت سجدہ پڑھنے کے فوراً بعد سجدہ کریں۔ واللہ العالم

سوال: 1۔ نماز جعفر طیار کو بلند آواز سے پڑھیں یا آہستہ آواز کیساتھ

۔2۔ نماز جعفر طیار کے رکوع اور سجدہ میں مخصوص ذکر پڑھیں یا تسبیح اربعہ پڑھی جائے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! نماز جعفر طیار کا مفصل طریقہ مفاتیح الجنان میں لکھا ہوا ہے آپ اس طریقے کو اختیار کریں اور نماز جعفر طیار بلند آواز یا آہستہ آواز دونوں طریقوں سے پڑھ سکتے ہیں اور رکوع اور سجدے میں تسبیحات اربعہ کے ساتھ رکوع اور سجدے کی تسبیح بھی پڑھیں گے۔ واللہ العالم

سوال: اگر کوئی شخص قرآن کریم کا واجبی سجدہ بھول جائے تو بعد میں یاد آنے کی صورت میں ادا کی نیت سے انجام دے یا قضا کی نیت کیساتھ؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اس سجدے کو آپ قربۃً الی اللہ کی نیت سے انجام دیں گے۔ واللہ العالم

سوال: شہادت ثالثہ کے بارے میں کیا حکم ہے نماز کے تشہد میں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! دیکھیں کسی معتبر کتاب اور معتبر روایت سے تشہد میں شہادت ثالثہ کی اجازت نہیں ملی ہے البتہ آپ

" اَللّٰھُمَّ إِنِّی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَاَشْھَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِب وَ الْاَئِمَّة مِنْ وُلْدِہٖ حُجَجُ اللهِ وَ اَسْئَلُكَ بِشَفَاعَتِھِمْ وَ بِحَقِّھِمْ اَنْ تَقْضِی لِیْ حَاجَتِی"

ترجمہ: خدایا میں تیری وحدانیت اور تیرے پاک رسولؐ کی نبوت اور علیؑ اور ان کی اولاد آئمہؑ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے واسطے اور شفاعت سے اپنی حاجات کو تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

نماز کی حالت میں قنوت، رکوع، اور سجود کے اندر عربی، اردو یا کسی بھی زبان میں دعا کی صورت میں شہادت ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی گواہی دینا جیسا کہ گزشتہ دعا سے ظاہر ہوتا ہے جائز بلکہ مستحب اور باعث ثواب ہے لیکن شرعی طور پر نماز کے اندر تشہد کی حالت میں شہادت ثالثہ کا جواز ثابت نہیں ہے اور اپنی مرضی اور خواہش سے ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ واللہ العالم

سوال: جس امام کے پیچھے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ اگر تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھتا ہے تو ہمارے لئے کیا حکم ہے کیا پڑھنا لازمی ہے یا ہم چھوڑ سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ایسے امام جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اپنی مرضی سے جو نماز میں اضافہ کر رہا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا باطل ہے اور نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ نہ کسی معصومؑ نے پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ واللہ العالم

سوال: جس امام کے پیچھے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ اگر تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھتا ہے تو ہمارے لئے کیا حکم ہے کیا پڑھنا لازمی ہے یا ہم چھوڑ سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ایسے امام جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اپنی مرضی سے جو نماز میں اضافہ کر رہا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا باطل ہے اور نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ نہ کسی معصومؑ نے پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ واللہ العالم

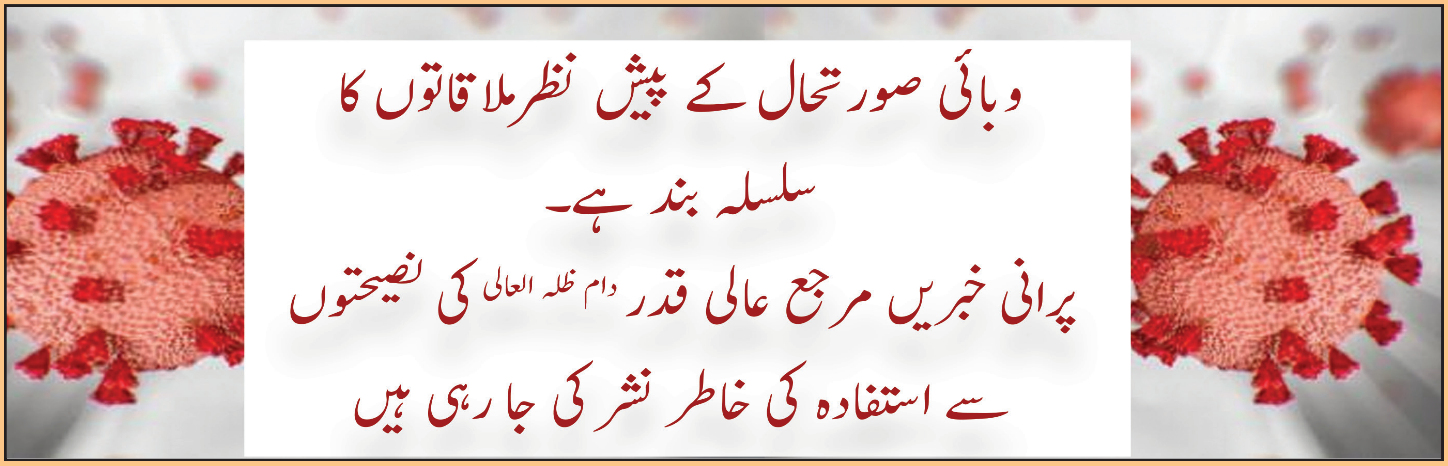

پاکستان سے آئے ہوئے وفود کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

ملتان سکھر کراچی لاہور فیصل آباد اور سرگودھا سے آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی۔ اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی کی نصائح سے استفادہ کرنا تھا۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ زائر امام حسین علیہ السلام کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا اس کی زیارت کو قبول فرمائے۔ اور یہی مقصد ہونا بھی چاہیے۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مزید برآں یہ بھی فرمایا کہ اے زائرین محترم آپ نے اس چھوٹے سے دفتر میں قدم رکھ کر اس دفتر کو شرف بخشا ہے۔ چونکہ یہ عام قدم نہیں ہے بلکہ زائر امام حسین علیہ السلام کا قدم ہے۔ آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ اے مومنین کرام آپ جس امام کی بھی زیارت کو جائیں خصوصاً امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر آپ امام ع کو گواہ بنا کر اپنے گناہوں کا زبان سے اقرار کریں اور کہیں اے اللہ میں اپنے امام ع کو گواہ بناتا ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ آخر پر آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا۔

دین اور عدل کی بقاکیلئے مجالس امام حسین علیہ السلام ضروری ہیں۔

مرجع مسلمین و جہان تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف کے فرزند اور مرکزی دفتر کے مدیر، حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے ایام عزا میں عراق کے مختلف صوبوں، شہروں کا دورہ کیا اور مجالس امام حسین علیہ السلام میں شرکت فرمائی اور وہاں عزاداروں سے مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی دعائیں، نصیحتیں اور ارشادات نقل فرمائے

انہی زیارتوں کے ضمن میں موصوف نے بابل میں عزاداروں سے مخاطب ہوتے ہوئے اللہ رب العزت اور رسول اللہؐ کی نظر میں شعائر حضرت امام حسین علیہ السلام کے احیاء کی اہمیت کو بیان کیا اسلئے کہ شعائر حسینیہ کا احیاء در حقیقت انسانی ضمیر کا احیاء ہے، عدل الٰہی کی فضا کو ہر اس شخص کے لئے عام کرنا ہے کہ جو عطائے حسینی کے نور سے خود کو منور کرنا چاہتا ہے اسکے ساتھ ساتھ یہ رسول اللہؐ سے وفاداری ہے اسلئے کہ وہؐ اپنے ان اہلبیت علیہم السلام کے سب سے پہلے سوگوار ہیں کہ جن پر باغی گروہ نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

اسی ضمن میں حفریہ کے علاقے میں ماتمی انجمنوں کا استقبال کرتے ہوئے مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی دعائیں اور نصیحتیں نقل فرمانے کے بعد واقعہ کربلاء کی یاد کو باقی رکھنے کی اہمیت پر زور دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسکا مومنین اور عراقیوں کے دلوں میں بہت بلند مقام ہے۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

جس طرح گناہ انسانی زندگی پر آثار مرتب کرتے ہیں اسی طرح نیک اعمال بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔اب انتخاب آپ کا ہے آپ اپنے جسم ،معاشرے اور کائنات کے لئے گناہوں کا انتخاب کرتے ہیں یا نیکیوں کا ۔

پاکستان میں سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر 923125197082+

www.soutulnajaf.com m.urdu@alnajafy.com facebook.com/soutunnajaf

مرکزی ایڈریس امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور،نزد گیٹ نمبر ۲،باٹا فیکٹری لاہور پاکستان